رسول شاہد و مشہود

(۷)
نوید فتح مکہ ۸ھ

(از جناب قاری بشیر الدین صاحب پنڈت ایم اے)

اتھروید کانڈ ۲۰، سوکت ۲۱ کا نواں منتر فتح مکہ کی پیشنگوئی پر مشتمل ہے اور آٹھواں منتر جنگ بنو قریظہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ جنگ احزاب سے زیادہ خطرناک اور کوئی جنگ نہیں، اس جنگ نے دشمن کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور وہ پھر متحد ہو کر کبھی سامنے نہیں آسکا اس لیے جنگ بنو قریظہ کو نظر انداز کرتے ہوئے فتح مکہ کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے۔ اس کو سننے سے پہلے اس کے پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے تاکہ منتر کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

پس منظر:- ۶ھ میں کفار قریش کے ساتھ آنحضورؐ نے ایک معاہدہ کیا جو تاریخ میں "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ صلح نامہ بظاہر مسلمانوں کے لیے نہایت ذلت آمیز تھا۔ لیکن آنحضورؐ کی دوررس نگاہیں اس کی اہمیت کو سمجھتی تھیں اسی لیے آپ نے مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کے الفاظ سے اس کی تعبیر فرمائی۔

معاہدہ کی شرائط مختصراً یہ تھیں (۱) اگلے سال مسلمان عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں لیکن مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ (۲) مسلمان کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لائیں۔ (۳) مکہ میں مقیم کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لیجائیں (۴) مکہ کے کافروں یا مسلمانوں میں سے جو کوئی مدینہ

جائے اُسے واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مدینہ سے مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا۔
(۵) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کریں۔ چنانچہ دو حریف قبائل میں سے بنو خزاعہ رسول کریمؐ کے حلیف اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ اس معاہدہ کے نتائج و عواقب نے کچھ ہی مدت کے بعد عملاً یہ حقیقت واضح کر دی کہ واقعی یہ صلحنامہ صلحنامۂ شکست نہیں بلکہ فتح تھا۔ اس لیے کہ معاہدہ کے بعد (۱) کفار کو پہلی مرتبہ مسلمانوں سے آزادانہ ملنے جلنے کا موقع ملا اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوا اور وہ (۲) مسلمانوں کی نیکوکاری اور اخلاق کی پاکیزگی کو دیکھ کر کثرت کے ساتھ مسلمان ہونے لگے۔ (۳) معاہدہ کے بعد مکہ کے نومسلموں نے عتبہ کی سرکردگی میں مکہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے اپنی ایک نو آبادی بسالی اور قریش کے تجارتی قافلوں کے لیے وبالِ جان بن گئے۔ قریش نے گھبرا کر معاہدہ کی شرط (۳) کو منسوخ کر دیا، اس طرح یہ لوگ مدینہ آکر رہنے لگے۔

آنحضورؐ نے صلحنامۂ حدیبیہ کی شرائط کی پابندی کر کے دنیا کو عملاً یہ سبق سکھایا کہ معاہدہ ہو جانے کے بعد خواہ وہ اپنی منشاء کے مطابق ہو یا نہ ہو شرائط پر عمل کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دو جو امن و امان کی ضامن ہے اور تمہاری کامرانی کی دلیل۔ کامرانی تو اسی سے ظاہر ہے کہ صلح نامہ حدیبیہ کے وقت یعنی ۶ھ میں آپ کے ساتھ کل ۱۴۰۰ جاں نثار تھے لیکن ۸ھ میں یعنی فتح مکہ کے وقت دس ہزار نفوس قدسیہ کی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ رہا صداقت کا نمونہ تو وہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ عین ترتیب معاہدہ کے وقت ابو جندل بن سہیل بن عمرو پابجولاں بدحواسی کے عالم میں مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اسے واپس کر دیتے ہیں۔ اسی طرح عتبہ وغیرہ نے مکہ سے بھاگ کر جب مدینہ میں پناہ لینی چاہی تو آپؐ نے معاہدہ کی شرط کو ملحوظ رکھ کر پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس طرح مکہ کے ان تازہ نومسلمین کو اپنی ایک نئی آبادی سمندر کے کنارے بسانا پڑی۔ قریش مکہ نے شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا اس لیے ذلیل و خوار ہوئے۔ انھوں نے شرط نمبر ۳ کو توڑ کر اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیا اور وہ اس طرح

کہ صلح حدیبیہ کے بعد بنو بکر اور قریش دونوں خفیہ سازش کر کے بنو خزاعہ پر ٹوٹ پڑے تاکہ اسلام کی قوت میں ضعف پیدا ہو جائے۔ عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو جیسے جلیل القدر سرداران قریش حدود حرم میں بھی تلوار چلانے سے نہیں چوکے۔ بنو خزاعہ نے گھبرا کر بیت اللہ شریف میں پناہ لی تھی، وہاں بھی ان کا خون بہایا گیا۔ مجبور ہو کر عمرو بن سالم کی زیر قیادت ۴۰ ناقہ سواروں نے مدینہ میں پہونچ کر آپؐ سے فریاد کی۔ آنحضورؐ کو صدمہ تو بہت ہوا۔ مگر ضبط سے کام لیا۔ ایک سفیر مکہ بھیج کر قریش کو پیام دیا کہ (۱) بنو بکر کی حمایت ترک کر کے مقتولوں کا خوں بہا ادا کریں یا (۲) معاہدۂ صلح کی شکست کا اعلان کر دیں۔ قریش نے آخری شرط کو منظور کر لیا لیکن بعد کو نادم ہوئے اور بعجلت تمام رئیس اعظم ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لیے مدینہ بھیجا۔ مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا دربار رسالت سے کوئی جواب نہیں ملا۔

یہ ہے فتح مکہ کا پس منظر۔ اب آپ وید منتر سے لطف اندوز ہوں۔ وید نے محمد رسول اللہؐ کی جنگوں کی پیشینگوئیوں کو فتح مکہ پر ختم کر دیا ہے۔ منتر یہ ہے:-

त्वमेताञ् जनराज्ञो द्विर्दशाबन्धुना सुश्रवसोपजग्मुषः ।
षष्टिं सहस्रा नवतिं नव श्रुतो नि चक्रेण रथ्या दुष्पदावृणक ॥ ९ ॥

(بحوالہ اتھروید کانڈ ۲۰، سوکت ۲۱، منتر ۹)

معنی :-

تُوم ۔ تو نے
ایتان ۔ ان کے
جن راگیہ (راجیہ) سرداروں
دوِر دَش ۔ دس دونے یعنی بیس
اَبَنْدُھُونا ۔ بے یار و مددگار یتیم
سُشْرَوَسْ ۔ اچھی تعریف والے محمدؐ کے ساتھ
اُپ جگمُشَہ ۔ ان (دشمنوں) کے ساتھیوں کو
شَشْٹِم سَہَسْرا ۔ ساٹھ ہزار
نَوَتِ نَوْ ۔ ننانوے
شُرُتی ۔ معروف
چکرینڑ رتھیا ۔ چکر اور جنگی رتھ (جنگی رتھ کے چکر سے)
دُشْپدا ۔ قابو میں نہ آنے والے یعنی ناقابل تسخیر

بُنیاد ونڈ ک ۔ تہ وبالا کر دیا ہے۔

مطلب :- تو نے اے اندر (ایشور) ایک بے یار و مددگار (یتیم) "اچھی تعریف والے (محمد) کے ساتھ (ہو کر) ان (قریشیوں) کے بیس سرداروں اور ساٹھ ہزار ننانوے دشمنوں کو اپنے ناقابلِ تسخیر جنگی رتھ کے چکر سے نہس نہس کر دیا ہے۔"

تشریح :- (۱) بوقت بعثت مکہ معظمہ کی آبادی ساٹھ ہزار نوے بتائی جا چکی ہے (بحوالہ اتھرو وید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷، منتر ۱) اور فتح مکہ کے وقت ساٹھ ہزار ننانوے تھی اور ان کے بیس سردار تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں نگر پالیکا کے طرز کی حکومت تھی (مثل الکامل ص۵)

(۲) مذکورہ بالا قوی جمعیت کے مقابلہ میں ایک لاچار و یتیم انسان تھا۔

(۳) جو اپنی نیکی اور پاکیزگیٔ اخلاق کی وجہ سے معروف یعنی اسم بامسمیٰ اچھی تعریف والا محمدؐ بتایا گیا ہے یعنی اس بے یار و مددگار کا صفاتی نام معروف خوبیوں والا (محمدؐ) تھا۔

(۴) ویدوں کی تفاسیر یعنی برہمن گرنتھوں میں رتھ اور چکر جنگی ہتھیار کے مترادف ہیں (ملاحظہ ہو اتیریہ برہمن اوّل ۳ ½ نیز حصہ سوم ۱۲ ۵/۹ شت پتھ برہمن پنجم ۱ ۱/۳ وغیرہ)

II فتح مکہ کی پیشینگوئی اور اس سے متعلق وہ تمام نشانیاں کہ جن کو دیکھ کر پوری دنیا آنحضورؐ کے مبعوث ہونے پر انھیں پہچان لے اور ان پر ایمان لے آئے نہایت کھلی ہوئی اور واضح ہیں اور مذاہب عالم کی تمام مقدس کتابوں میں مذکور ہے۔ یہاں پر ایک دوسری پیشینگوئی رگوید منڈل ۱ سوکت ۵۳، منتر ۹ کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے۔ یہ پیشینگوئی انگرس رشی کے بیٹے سوّیہ رشی کی ہے اس کا ترجمہ پروفیسر گرفتھ نے یوں کیا ہے:

"WITH ALL OUTSTRIPPING CHARIOT WHEEL O INDRA THOU FAR FAMED HAST OVERTHROWN THE TWICE-TEN KINGS OF MN, WITH SIXTY THOUSAND NINE AND NINTY FOLLOWERS WHO CAME IN ARMS TO FIGHT WITH FRIENDLESS SUSHRAVAS"

ترجمہ :- اے لائق حمد و ستائش اندر (ایشور) تو نے اپنی طاقت و قدرت کے جنگی چکر سے ۲۰ راجہ اور ان کے ساٹھ ہزار ننانوے ساتھیوں کو شکست خوردہ کر دیا کہ جو مسلح ہو کر ایک بے یار و مددگار ستُشروش (محمد) سے لڑنے آئے تھے۔

فائدہ :- ان دونوں وید منتروں میں جو پیشینگوئی ہے ظاہر ہے کہ وہ دو بادشاہو کی جنگ نہیں ہے ۔ کیونکہ ایک طرف ۲۰ راجا معہ ساٹھ ہزار لشکر جرّار اور دوسری طرف ایک بے یار و مددگار یتیم ہے لیکن اس کے ساتھ طاقتور تائیدِ غیبی کا جنگی چکر ہے جس نے اُسے آخر کار (فتح مکّہ کے موقع پر) اتنے بڑے دشمن پر غالب کر دیا ۔ اس منتر کو اتھرو وید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷ کے پہلے منتر کے ساتھ ملا کر پڑھیے تو آنحضور کی پوری زندگی کا خلاصہ سمجھ میں آجائے گا کہ ایک وقت وہ یکہ و تنہا بے یار و مددگار ہیں، دوسرا وقت آتا ہے تو وہ ایک فاتح کی حیثیت سے نظر آتے ہیں ۔ قدرتِ خداوندی ۲۰ برس کے اندر حق و باطل کا فرق کر کے دکھا دیتی ہے ۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ یعنی "حق غالب ہوا اور باطل شکست کھا گیا" کی تفسیر عملی شکل میں دنیا کو دکھا کر حضورؐ کی صداقت پر ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے کاش کہ ہمارے بھائیوں کو نصیب ہو۔

III مذکورہ بالا منتر ہر پہلو سے فتح مکّہ کے متعلق ہے اس کا مزید ثبوت رگوید کا مندرجۂ ذیل منتر پیش کر رہا ہے جس میں واضح طور سے اعتراف ہے کہ "مامح رشی" دس ہزار صحابہ کے ساتھ معروف ہے فتح مکّہ میں ظاہر ہے کہ دس ہزار قدوسیوں کی جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ رگوید منڈل ۵، سوکت ۲۷ کا یہ پہلا منتر ہے ملاحظہ ہو:-

"प्रनस्वन्ता सतपतिर्मामहे मे गावाचेतिष्ठो प्रसुरो मघोन:"
"त्रैवृष्णो प्रग्ने दशभिः सहस्रैर्वैश्वानरः त्र्यरुणश्चिकेत ॥१॥

معنی :- سَت پَتی ۔ حق پرست ۔ صادق، حق نواز
اَنسُونتہ ۔ گاڑیوں والے یعنی صاحبِ اقبال مَامَح :- تعریف کیے گئے (محمدؐ) نے

مِے ۔ مجھے
گاؤا ۔ شرف ہمکلامی بخشا
چینتِشٹھ ۔ نہایت دانا و عاقل
اَشتما ۔ اشر
نگھونہ ۔ دولت مند سخی نے
ترِیورُشنہ ۔ صاحب قدرت
اَگنِےوَنشیوا نَرہ ۔ رحمت للعالمین
دَشبھی ۔ دس
سہسترَی ۔ ہزار کے ساتھ
ترِدیہ اَرُوڑاں ۔ سب خوبیوں والا
چکیِت ۔ ممتاز ہوگیا ہے ۔

ترجمہ :- گاڑیوں والے ، حق نواز ، نہایت عاقل و دانا ، دولتمند سخی ماح (محمد) نے مجھے شرف ہمکلامی بخشا ، صاحب قدرت ، تمام خوبیوں سے متصف ، رحمت للعالمین ، دس ہزار (صحابہ) کے ساتھ معروف (مشہور) ہوگیا ہے ۔

تشریح :- (۱) پیشینگوئی کا ہر لفظ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر رہا ہے ۔ آپؐ بچپن ہی سے حق نواز اور امین کے لقب سے مشہور تھے ۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ، اسی خوبی کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے تھے ۔

(۲) آپؐ کی شجاعت و استقلال کے سبھی معترف ہیں ۔

(۳) سخاوت کے لیے تاریخ کے صفحات شاہد ہیں ۔ گھر میں کوئی چیز از قسم زر کبھی نہیں رہنے دی ۔ شام ہونے سے پہلے پہلے مستحقین میں تقسیم کر دی گئی ۔

(۴) رحمت للعالمین ہونے کی گواہی تمام الہامی کتب میں اب بھی محفوظ ہے ۔

(۵) دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ دنیا کے تمام انبیاء کرام میں صرف آپ ہی ممتاز ہیں ۔ وید اور انجیل گواہ ہیں ۔

(۶) آپ کو گاڑیوں والا بتایا گیا ہے ۔ اس سے دھوکہ نہ کھایئے ۔ بعض حضرات نے اسے عام گاڑی بان سمجھا ہے حالانکہ اس سے مراد ہے صاحب اقبال اور عزت دار ۔ ہندو کتب مقدسہ میں یہ ایک عام محاورہ ہے ۔ مثلاً :

(ا) کبھی اندر کو گاڑی نشین کہا گیا ہے (ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۱، سوکت ۱۲۱، منتر ۷)
(ب) کبھی اندر کے آشا (شفق کی گاڑی) کو توڑنے کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۲، سوکت ۱۵، منتر ۹ وغیرہ)
(ج) سورج کی بیٹی کا گاڑی میں پیدا ہوتا بیان کیا گیا (رگوید منڈل ۱۰، سوکت ۸۵، منتر ۱)
(د) سورج کو گاڑی پر سوار ہوتا کہا گیا ہے جسے گھوڑے کھینچتے ہیں۔

بہر حال مامح (محمد) رشی جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ معروف ہیں۔ جناب محمد رسول اللہؐ کے علاوہ اور کوئی رشی، نبی یا رسول نہیں جو فاتح مکہ ہو اور پھر مکہ کو جس انداز سے فتح کیا گیا ہے، اس کا بھی ویدوں میں ذکر ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) رگوید منڈل ۸، سوکت ۹۶، منتر ۱۳۔ (۲) سام وید پوروآرچک ادھیائے ۳ کھنڈ ۱۰، منتر ۱، (۳) اتھروو وید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۳۷، منتر ۷ تا ۹)

مکہ جس انداز سے فتح کیا گیا اس کے لیے اتھروو وید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۳۷ کا ساتواں منتر پیش کیا جا رہا ہے۔ منتر کی پیشنگوئی نہایت واضح لیکن انتہائی بلیغ انداز میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

अव द्रप्सो अंशुमतीमतिष्ठदियानः कृष्णो दशभिः सहस्रैः ।
आवत्तमिन्द्रः शच्या धमन्तमप स्नेहितीर्नृमणा अधत्त ॥७॥

معنی:-

درپسہ۔ کرہ (چاند)
انشومتیم: دریا میں (حوض کوثر میں)
اوا تشٹھت۔ جاکر ٹھہر گیا (جا ٹھہرا)
ایانہ۔ آگے بڑھتا ہوا۔
کرشنہ۔ تاریک، سیاہ۔
دشبھی۔ دس
سہسرہ۔ ہزار کے ساتھ
آوتم۔ حفاظت کیا گیا
اندر۔ ایشور یا ایشور کی طاقت اندر
شچیا۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ
دھمنتم۔ قرنا پھونکتا ہوا یا بگل بجاتا ہوا۔

اِسْتِھِپتِی - ہتھیاروں کو
ہِرمنتا - بہادروں نے
آپ آدھتّ - پرے رکھدیا - الگ کردیا - (آپ آدرہ) دور کردیا -

مطلب :- کرشن چندر (سیاہ چاند) انشومتی (حوضِ کوثر) میں جا ٹھہرا - آگے بڑھتا ہوا - دس ہزار کی معیت میں (وہ) اندر قدرت سے حفاظت کیا گیا ہے - بہادر دل نے قرنا (فتح کا بگل) پھونکتے ہوئے اپنے ہتھیاروں کو پرے رکھ دیا -

تشریح :- (۱) انشومتی (حوضِ کوثر) ایک خیالی دریا ہے - ہندو نقطۂ نگاہ سے چاند جب مہینے کی اخیر تاریکیوں میں مکمل طور سے سیاہ ہو جاتا ہے تو انشومتی میں غوطہ لگا کر پھر سے نہایت آب و تاب کے ساتھ سفید ہو کر طلوع ہوتا ہے - (سائنا چاریہ مفسر وید)

(۲) فلکیات کی تاریخ میں محققین کے نزدیک ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب کہ چاند بذات خود روشن تھا - لیکن رفتہ رفتہ اپنی روشنی کھو بیٹھا اب وہ سورج کی کرنوں سے روشنی مستعار لے کر روشن ہوتا ہے اور اپنی تاریکی کو دور کرتا ہے - اس کی اپنی روشنی غائب ہو گئی اور اب وہ اپنی روشنی کے لیے سورج کا محتاج ہے -

فائدہ : پہلی تشریح کی توضیح گیتا کے خیال کے مطابق یہ ہو سکتی ہے کہ جب چاند پر تاریکی چھا جاتی ہے یعنی دھرم بگڑ جاتا ہے تو اس کی خرابی کو دور کرنے کے لیے - "اے ارجن میں (کرشن چندر) پھر سے جنم لیتا ہوں" پورا اشلوک یہ ہے (گیتا ادھیائے ۴ - شلوک)

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत ।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम् ॥ ७ ॥

معنی :-

یدا یدا - جب جب ، جب کبھی - دھرمسیہ : دھرم کی
ہی - بھی گلانِی - خسارہ ، نقصان ، کمی -
بھوتی - ہوتی ہے -

بھارت - اے ارجن — تدا - تب
ابھیُتھانم - اٹھانے، بلند کرنے، — آتمانم - اپنی آتما کو
روشن کرنے کو — سرجامیہ - ظاہر کرتا ہوں
دھرمستیہ - دھرم کی (سرخروئی کے لیے) — اہم - میں

مطلب:- اے ارجن جب جب دھرم نشٹ (برباد) ہوتا ہے۔ تب تب میں اپنے روپ (آتما) کو ظاہر کرتا ہوں یعنی جنم لیتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ چاند (یعنی دھرم) کے بے نور ہو جانے کے بعد (یعنی بگڑ جانے کے بعد) پیغمبر کی شکل میں اسی نور کا پھر سے ظہور ہوتا ہے اور چمکتا چاند نکل آتا ہے۔ چاند سے مراد انبیاء کی تعلیم ہے۔ اس وضاحت کو پیش نظر رکھ کر منتر کا مطلب سمجھیے۔ کرشن چندر انشومتی میں جا ٹھہرا" ظاہر ہے کہ آنحضورؐ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ دنیا کے تمام مذاہب و ادیان بگڑ چکے تھے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی چاند کو کرشن (سیاہ) کہا جانے لگا۔ ایسی صورت میں نیا چاند یا سورج (وید میں چاند اور سورج کے لیے "سہسر شرنگہ ورِکھبھو یہ سمدرات اُد اچرت" بتایا ہے یعنی ہزاروں سینگ والا بیل جو سمندر سے طلوع کرتا ہے) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نمودار ہوا۔ جس کی حفاظت کا ذمہ قدرت نے لیا ہے، وہ دس ہزار کی جماعت لے کر یعنی اپنی ہزاروں کرنوں کے ساتھ فضائے عالم پر طاقت کے ساتھ چھا گیا۔ یعنی دنیا کو از سر نو روشنی دی۔ اس نے کامل غلبے کے وقت اپنے ہتھیاروں کو لکم دینکم ولی دین کہکر الگ رکھ دیا یعنی مذہب کی تلقین میں زبردستی کو روا نہیں رکھا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس نے فتح مکہ کے موقع پر لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ - اِذْهَبُوا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ فرما کر "آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو" دشمنوں کو معاف کر دیا۔ بہر حال دونوں پہلوؤں سے منتر میں پیشگوئی کا اطلاق نبی کریمؐ پر ہوتا ہے۔

تشریح نمبر۲ کی توضیح یوں کی جا سکتی ہے کہ جس طرح دنیا میں چاند اپنی روشنی

کھو چکا ہے اور اب وہ سورج کا محتاج ہے اسی طرح تمام دنیا میں تمام مذاہب کی روشنی ختم ہو چکی ہے اور اب وہ اسلام کے چمکتے ہوئے سورج سے روشنی لے کر ہی صراطِ مستقیم پر چل سکتے ہیں۔

قرآن شریف نے ستر کی پیشگوئی کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا " وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ " یعنی ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے پھر ہم رات کی نشانی (چاند) کو مٹا دیتے ہیں اور دن کی نشانی (سورج) کو روشن بنا دیتے ہیں تاکہ تم (اس کی روشنی میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

ظاہر ہے کہ رات (ضلالت و گمراہی) اور دن (صراطِ مستقیم) کی دو نشانیاں چاند اور سورج کو بتایا گیا ہے۔ چاند بھی پہلے روشن تھا لیکن اب بے نور ہے یہ موجودہ سائنسی تحقیقات کے اعتبار سے صرف دنیوی نظارہ ہی نہیں بلکہ مذہبی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوا ہے جس کو "حرفِ آخر" کے عنوان سے آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا (روشن سورج) بنا کر اُفقِ عالم پر بلند کیا تاکہ لوگ اس کی روشنی میں اپنے رب کے فضل کو تلاش کریں اس لیے کہ گذشتہ چاند کی روشنی کو اس نے ختم کر دیا ہے۔

حرفِ آخر

بزرگو و دوستو! پچھلے صفحات میں اس ناچیز نے فخرِ موجوداتِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء کرام کی جو بشارتیں درج کی ہیں ان کی اہمیت تو ظاہر ہے لیکن ان کے پیش کرنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی؟ ان تمام بزرگ ہستیوں نے اپنی اپنی قوموں میں اپنے اپنے وقت پر تشریف لا کر وہ بشارتیں کیوں سنائیں؟ اس کا مختصر و جامع جواب تو قرآن شریف کی روشنی میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنے اس وعدہ کو پورا کیا جو انھوں نے روزِ ازل اللہ سے کیا تھا، کہ وہ "نبی موعود" کی شخصیت سے اپنی اپنی

قوموں کو روشناس کرائیں گے تاکہ جب وہ (نبی موعود) مبعوث ہوں تو ان کی قوم انھیں پہچان لے اور ان پر ایمان لے آئے۔ اس عہد و میثاق کو سورۂ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے۔" وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب تمہارے پاس اللہ کی جانب سے کتاب و حکمت آئے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرے ان کتابوں کی جو تم کو دی گئیں (تمہارے پاس ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہاں ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں "۔ (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۹)

اس عہد و میثاق اور ایفاء وعدہ کے اندر کیا راز مضمر ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے تھوڑے سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں مادّیات و روحانیات پر فاعل مختار صرف ایک ہی وجود ہے اور وہ ہے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ مادیات میں اس کے جاری کیے ہوئے قانونِ فطرت کا مشاہدہ ہم دن رات کرتے رہتے ہیں اور ہم اس کو محسوس بھی کرتے ہیں مگر اس کے برعکس عالمِ روحانیت میں حواسِ خمسہ سے بلند وجدان و شعور جب تک رہنمائی نہ کریں کام نہیں بنتا اور حقیقت نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے اور پھر جس طرح خدا کی ذاتِ واحد کے سوا کائناتِ عالم کی ہر شئے کے لیے دو سرحدیں مقرر ہیں یعنی آغاز و انجام۔ اسی طرح روحانیت میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ نسلِ انسانی کا جب آدم علیہ السلام سے آغاز ہوا تو وہ مادی وجود کے ساتھ خدا کی معرفت یعنی خدا پرستی کی امانت بھی اپنے ساتھ لائے۔ بالفاظِ دیگر وہ مادّی انسان بھی تھے اور روحانیت کے علم بردار "نبی" بھی تھے۔ تو جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ "اللہ" ایک ہے اور اس کی بنیادی صداقت و ہدایت کا پیغام بھی ایک ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کی تعلیم کا سلسلہ بھی ایک لڑی میں ہو جس کی تمام کڑیاں ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ

ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی بھی تکذیب گویا پورے سلسلۂ روحانیت کی تکذیب کے مرادف ہو۔ اس حقیقت کو قرآنِ عزیز میں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ کہکر بتلایا گیا ہے۔

بہرحال اس سلسلۂ روحانیت کی اگرچہ تمام کڑیاں ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں مگر آغاز و انجام کے درمیانی نشوونما کے پیشِ نظر اسی طرح فرقِ مراتب رکھتی ہیں جس طرح مادّی دنیا کے مختلف سلسلوں میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ کائناتِ عالم کی ہر شے کی طرح عالمِ انسانی نے بھی عہدِ طفولیت گذارا ہے۔ اُس وقت انسانی دنیا ایک چھوٹے سے کنبہ کی طرح آباد تھی اور نسلِ انسانی کا باپ (آدمؑ) ہی رُوحانی طبیب بھی تھا۔ لیکن جب آہستہ آہستہ یہ سلسلہ آگے بڑھا اور بڑھ کر خاندانوں، قبیلوں، برادریوں سے بھی آگے قوموں اور جغرافیائی نسلوں میں تقسیم ہونے لگا تو ان مادّی نشوونما اور ترقیوں کے ساتھ ساتھ روحانی رشد و ہدایت نے بھی نقطۂ وحدت پر رہتے ہوئے تنوع اور کثرت کی شکل اختیار کر لی یعنی ہر ایک ملک و قوم میں جدا جدا ہادی و رہنما اور پیغمبر مبعوث ہونے لگے بلکہ بعض حالات میں ایک ہی قوم میں بیک وقت متعدد نبیوں نے دعوتِ حق میں ایک دوسرے کی اعانت کا فرض انجام دیا۔ ان سب کی اساسی و بنیادی وحدت ایک تھی یعنی خدائے واحد کی پرستش کی بنیادی تعلیم۔

عالمِ روحانیت کی اپنے محور و مرکز کی جانب یہ حرکت عالمِ مادیات کے نشوونما اور ارتقار کے متناسب حالات سے وابستہ تھی اس لیے کہ خالقِ کائنات کا قانونِ فطرت دونوں سمتوں میں ایک ہی اصل پر کارفرما ہے تو پھر یہ بھی ضروری ہوا کہ ایک وقت بھی آئے جبکہ روحانیت کے کمال و ارتقار کا یہ دور مادّی عالم کے ایسے دور کے ساتھ رونما ہو کہ جب کائناتِ انسانی کے ارتقار دماغی و عقلی کی استعدادات اپنے رشد و کمال کے ایسے نقطہ پر پہنچ جائیں کہ زمانۂ مستقبل کے پردے میں چھپی ہوئی تمام ترقیاں اسی ارتقار کا نتیجہ کہلائیں اور

گو اس سلسلہ میں ایک مدت ہی کیوں نہ ہو جائے مگر کائناتِ ارضی کا یہ پورا مادی کارخانہ مادی اسباب کی بنا پر ایک کنبہ، ایک خاندان اور ایک برادری بن کر رہ جائے اور ملکوں وقوموں کی کثرت و بہتات کے باوجود کسی ایک گوشہ کی حرکت و سکون کے اثر سے تمام کائنات متاثر ہونے پر مجبور ہو جائے تاکہ اس وقت عالمِ روحانیات کا آخری نقطۂ ارتقاء کائناتِ انسانی کے عقل و دماغ کو اپنی یکتائی و وحدت سے متاثر کر سکے اور دنیا دانستہ یا نادانستہ اسی کے بتلائے ہوئے سوسائٹی کے نظام کو آہستہ آہستہ اپنا کر عملاً خدا کا ایک کنبہ بن جائے اور مساواتِ عالم اور اخوتِ ہمہ گیر کا مظاہرہ کر دکھائے۔

دوستو و بزرگو! اتنا سمجھ لینے کے بعد اب آپ دنیا کی تاریخ اقوام پر نظر ڈالیں۔ تاریخ شہادت دے گی کہ قرآنِ عزیز کی دعوت واصلاح کی صدائے حق نے جب چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کو پکارا ہے اس وقت دنیا کے مختلف مذاہب وادیان کی حالت بد سے بدتر تھی۔ قرآنِ عزیز کی آواز پہلی آواز تھی جس نے دنیا کے مذاہب اور ان کی سوسائٹی کے ابتر نظام میں نیا انقلاب پیدا کر دیا اور وہ دیر یا سویر میں اس کی اصلاحات کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے تاکہ وہ اپنے وجود کو بظاہر باقی رکھ سکیں۔ توحید کامل اور خالص خدا پرستی۔ نسلی غرور و تفاخر کا انہدام۔ ذات پات کا خاتمہ۔ مساوات و اخوتِ عام کی داغ بیل۔ رواجی غلام کے خلاف اصلاح و انقلاب۔ نیک عملی وجہ شرافت اور نجات کا اس پر انحصار۔ عورتوں کے حقوقِ انسانیت میں مساوات۔ ازدواجی زندگی میں ظالمانہ رسوم و رواج اور ستی وغیرہ کا خاتمہ۔ خلع و طلاق کی مفید اصلاحات۔ زکوٰۃ کے وجوب اور سود کی حرمت کے ذریعہ اقتصادی نظام میں بنیادی انقلاب۔ انفرادی و اجتماعی ملکیت کے زرّیں اصول کے ذریعہ اعتدال کا اعلان۔ سیاسی و ملکی نظام میں شخصی بادشاہت اور یکطرفہ پارٹی کے اقتدار کو ختم کر کے "شوروی نظام" کی تشکیل وغیرہ وغیرہ ایسے اہم امور ہیں کہ آج کی دنیا میں ہر ایک انصاف پسند کے نزدیک ان کی صداقت و افادیت مسلّم ہے۔ دنیا کے

مختلف ممالک میں سوسائٹی کے نظام اور دھرم کی اصلاح کے نام سے جو صدائیں بھی قرآن عزیز کے اعلانِ حق کے بعد اٹھیں اور اٹھ رہی ہیں وہ بالواسطہ اسی صدائے حق کی بازگشت پائیں گے جو چھٹی صدی عیسوی میں فاران کی چوٹی سے بلند ہوئی اور جس نے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی حقیقت کو تاریخ عالم میں سچ کر دکھایا۔

مختصر یہ کہ جب مادی استعدادات نشوونما پا رہے تھے اور چند صدیوں میں مادی اسباب کی بدولت یہ سارا کارخانۂ عالم ایک کنبہ بنجانے والا تھا اس وقت یہ از بس ضروری ہوا کہ "وحدتِ مذہب" کی روحانی صدا بلند ہو جو کسی خاص قوم و ملک کی بجائے پوری دُنیا کے لیے یکساں حیثیت رکھے چنانچہ دنیا کی ہم آہنگی و یکجہتی کے لیے منشاء تقدیر الٰہی کے مطابق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی انھیں کی نصرت و حمایت کے لیے تمام رشیوں، منیوں اور انبیاء کرام سے عہد لیا گیا تھا جس کو انھوں نے اپنی اپنی امتوں کو پیشینگوئیوں اور بشارتوں کی شکل میں سنا سنا کر پورا کیا تاکہ جب وہ مبعوث ہوں تو انھیں پہچان لیں اور ان پر ایمان لے آئیں یہ ہے بشارتوں کا اثباتی پہلو۔ اب آپ عملی پہلو پر نظر ڈالیں۔

میثاق کی عملی حیثیت ذرا غور تو کیجیے آج بھی دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں صدہا اختلافات کے باوجود "اوتار"، "یا منتظر ہستی" کا عقیدہ مشترک ہے۔ یہودی بھائی "ایلیاہ" "یا وہ نبی" کی آمد کے منتظر ہیں۔ نصاریٰ بھی ہر قسم کی تحریف کے باوجود "فارقلیط" (احمد) کے انتظار میں ہیں مجوس آج تک ایک نجات دہندہ" کا انتظار کر رہے اور ویدک دھرم کے پرستار بھائی بھی ایک "کلکی اوتار" کے منتظر ہیں جو ہو چکا ہے۔ لیکن بے خبر ہیں۔ غرضیکہ مذاہب و ادیان میں موجودہ اختلافات کے باوجود ایک چھوٹے سے ناستک گروہ کے علاوہ "موعود نبی" کے عقیدہ کا ہزارہا سال تک کسی نہ کسی شکل میں بنا رہنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ از راہِ حسد یہود نے "مسیح ہدایات" (جناب محمد رسول اللہ) کا انکار کر دیا اسی طرح مذاہب عالم کی اقلیت کو چھوڑ کر جو حلقہ بگوش اسلام ہو گئی ان کی اکثریت نے محمدؐ کو قومی و ملکی عصبیت اور تنگ نظری کی بنا پر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن چونکہ حقیقت پھر

حقیقت ہے انھیں کبھی نہ کبھی دائرۂ اسلام میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔ یہ سعادت جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مقدر رہے کہ وہ "میثاق" کو عملی حیثیت دیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت نے اپنے اپنے عہد میں اپنی اپنی قوموں اور جماعتوں کو اس ایک اور صرف ایک "آکر نہ جانے والے" (محمدؐ) کے متعلق بشارتیں سُنا سُنا کر اپنے عہد و میثاق کو پورا کرلیا تو یہ اس کی صرف اثباتی شکل تھی۔ میثاق کی عملی حیثیت کا تقاضا تھا کہ خود انبیاء و رسل میں سے بھی کوئی نبی یا رسول اس کا عملی مظاہرہ کرکے دکھلائے تاکہ "خاتم النبین" جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین حق کی مدد و نصرت کے ارشاد باری لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ کو دنیا عملی شکل میں دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت حضرت مسیح علیہ السلام کے حصہ میں ڈالی کہ وہ جناب محمد رسول اللہؐ کی بعثت کے لیے تمہید اور براہ راست منادو مبشر بنے۔ بنی اسرائیل کو تعلیم حق دیتے ہوئے فرمایا:-

"اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" یعنی "میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری جانب اور مصدق (تصدیق کرنے والا) ہوں توراۃ کا جو میرے سامنے ہے اور مبشر (خوشخبری سنانے والا) ہوں ایک رسول کا جو آئے گا میرے بعد احمدؐ نام کا (سورۂ صف۔ رکوع ۱) -اور قرب قیامت میں انبیاء و رسل کے میثاق ازلی کی نمائندگی کے لیے انھیں مامور کیا تاکہ وہ جناب رسول اکرمؐ کی نیابت اور امامت مسلمہ کی امامت کا فریضہ انجام دے کر لتومنن بہ ولتنصرنہ کا عملی نمونہ پیش کریں۔

اب ذرا کرشمۂ قدرت دیکھیے کہ ازل کے ان مقدرات نے کہ جو ملاء اعلیٰ سے تعلق رکھتے تھے کائناتِ ارضی میں کس طرح اپنی بساط بچھائی؟ بنی اسرائیل اپنے جلیل القدر پیغمبر (حضرت مسیحؑ) کے قتل کی سازش مکمل کرچکے ہیں اس کے تکملہ میں بس اتنی دیر ہے کہ محصور مکان کے اندر گھس کر انھیں گرفتار کرلیا جائے۔ اس نازک موقع پر قدرتِ حق نے یہ نہیں کیا کہ ان کو بچانے کے لیے کرۂ ارض کے کسی دوسرے حصہ میں منتقل کردیا ہو بلکہ ملاء اعلیٰ کی ہجرت کے لیے

ما مون ومحفوظ زندہ اٹھا لیا اور سازش کرنے والوں کو شک وشبہ کی دلدل میں پھنسا کر خسر الدنیا و الآخرۃ کا نشان عطا کر دیا اور پھر ارضی انسان کے ارضی احکام کے لیے وہ وقت مقرر کر دیا جو انبیاء کرام کے عہد و میثاق کی نمائندگی کے لیے موزوں تھا یہی ہے وہ حقیقت جس کو قرآن عزیز نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی کہکر واضح کیا ہے۔

پھر یہ بزرگ و محترم ہستی انبیاء ورسل کی نمائندگی کا حق کس طرح ادا کرے گی کہ جب اس اس کا نزول ہوگا تو اس کرشمۂ قدرت کو دیکھ کر تو وہ جو نبی کریمؐ پر ایمان لا چکے ہیں ان کے قلوب تصدیقِ قرآن اور تازگی ایمان سے جگمگا اٹھیں گے اور وہ حق الیقین کے درجہ میں یقین کریں گے کہ بلاشبہ راہِ مستقیم صرف "اسلام" ہی ہے عیسائی بھائی بحیثیت قوم اپنے "عقیدۂ تثلیث وکفارہ" پر نادم و شرمسار ہوں گے اور قرآن و محمدؐ پر ایمان لانیکو اپنے لیے راہِ نجات اور سعادت یقین کریں گے اور یہودی حضرات جب "مسیح ہدایت" اور "مسیح ضلالت" (دجّال) کے معرکۂ حق و باطل کا مشاہدہ کریں گے تو وہ بھی "دعویِٰ قتل و صلیبِ مسیح" سے تائب ہو کر ایمان لے آئیں گے۔ یہی ہے قرآنِ عزیز کی وہ خبرِ صادق "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی اللہ ایسا کرے گا کہ اہلِ کتاب میں سے کوئی نہیں بچے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان نہ لائے اور مسلمان نہ ہو جائے۔ غرضیکہ مسلمانوں میں ایمان کی تازگی و شگفتگی، نصاریٰ و یہود میں تبدیلی عقائد کا حیرت انگیز انقلاب دیکھ کر اب مشرک جماعتوں پر بھی قدرتی اثر پڑے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بھی کلمۂ توحید پڑھ کر ایمان لے آئیں گی اور اس طرح وحیِ ترجمان و حاملِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اپنی صداقت کو نمایاں کرے گا۔ "ویدعو الناس الی الاسلام ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک اللہ فی زمانہ الدجال یعنی "اور (قربِ قیامت) لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اس زمانہ میں تمام اقوام ہلاک ہوجائینگی۔

(یعنی تمام مذاہب دعوتِ اسلام کو قبول کرلیں گے) اور اس زمانہ میں دجّال قتل کیا جائیگا۔

میرے محترم بزرگو اور عزیز بھائیو! عہد و میثاق کی روشنی میں انبیاء کرام اور مقدس رشیوں و منیوں کی پیشینگوئیوں اور بشارتوں کے اثباتی و عملی دونوں پہلو سامنے موجود ہیں۔ آپ ان بشارتوں پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں۔ اللہ اور اس کے محبوب برگزیدہ بندوں کے ارشادات کو جھٹلایا نہیں جاسکتا اس لیے جناب محمد رسول اللہ ؐ کی رسالت پر ایمان لانا ہے اور اُن کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر دینی و دنیوی فیوض و برکات سے مالا مال ہونا ہے۔ اس سلسلہ میں چند جملے اپنے اُن بھائیوں کی خدمت میں بھی عرض کرنا ہیں جو ایمان لا چکے ہیں لیکن عمل کے میدان میں بجائے اسوۂ نبوی جناب رسولِ کریم ؐ پر گامزن ہونے کے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کو مقدم سمجھتے ہیں۔ انھیں اپنی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہیں اور انھیں کیا کرنا ہے۔؟ قرآن حکیم میں نہایت کھلے الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ مِلَّةَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ هٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِیۡدًا عَلَیۡكُمۡ وَ تَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ۠

یعنی اے مسلمانو! تمہارے مورثِ اعلیٰ ابراہیم ؑ (براہیم یا برہما) کی یہ ملّت ہے۔ انھوں نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ اس سے پہلے بھی ان کے ماننے والوں کا نام مسلم تھا اور جناب محمد رسول اللہ کے سامنے اور ان کے بعد بھی ان کا نام مسلم رہے گا تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ بنیں اور تم ساری دنیا پر گواہ بنو لہٰذا تم نماز کی پابندی کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو۔ وہ سب کا کارساز ہے تم سب کا والی وارث، بہترین سرپرست اور مددگار ہے (پارہ رکوع)

یاد رکھیے یہ نسبت ابراہیمی و محمدی جو آپ کو حاصل ہے وہ تمام نسبتوں سے افضل و اعلیٰ ہے خواہ وہ رنگ و نسل سے تعلق رکھتی ہو خواہ ملک و وطن سے یا حسب و نسب سے۔

آپ اس گھرانے کے فرد ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تعمیر و ترقی اور امن و امان پھیلانے نیز دنیا کو محبت و رحمت سے مالا مال کرنے کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اس ابراہیمی و محمدی برادری اور کنبہ کا جو فرد جہاں کہیں ہے وہ اپنی خصوصیات سے پہچانا جاتا ہے اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ یہ کہ خود نیک بننا اور دوسروں کو نیک بننے کی دعوت دینا۔ وہ انسانیت کا غمگسار اور دنیا کی بے راہ روی پر ہمیشہ سوگوار رہتا ہے۔ اس کی زندگی کے کچھ مخصوص طور طریقے ہیں اس کو دنیا اور دنیا کا کوئی معاشرہ ہضم نہیں کرسکتا۔ دعوتِ توحید اس کا مقصد زندگی ہے اس کو کوئی غیر دینی ماحول نیز نفسانی و شہوانی ماحول مطمئن کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا معیار غیر ابراہیمی و محمدی معیاروں سے بالکل جدا اور انوکھا ہے۔ دنیا جس کو ترقی سمجھتی ہے وہ اس کو پستی سمجھتا ہے۔ لوگ دوسروں کی تخریب سے اپنی تعمیر کرتے ہیں، وہ اپنی تخریب سے دوسروں کی تعمیر کرتا ہے۔ دنیا کی نظر انسانوں کی جیب اور پیسے پر ہوتی ہے مگر اس کی نظر انسانوں کے قلوب پر ہوتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ غیر ابراہیمی اقوام نے اپنی تجارت کو فروغ دینے اور دنیا کی منڈیوں پر قبضہ جمانے کے لیے ملک گیری کی ہوس کو مذہب کا لبادہ اوڑھایا لیکن ملت ابراہیمی نے دعوتِ حق کی خاطر اپنی منڈیاں لٹا دیں۔ غیر ابراہیمی گروہ برسرِ اقتدار آتے ہیں تو اپنی اور اپنے اعزہ کی تن پروری کی فکر کرتے ہیں لیکن امتِ محمدی کے لوگ جب زمین کے کسی چپہ پر قابو پاتے ہیں تو پہلا کام اقام الصلوٰۃ یعنی نماز قائم کرتے ہیں پھر زکوٰۃ کا بندوبست کرتے ہیں۔ تاکہ غریب خلق اللہ کو آرام پہنچے اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے اوامر و نواہی کی تلقین کرتے ہیں یہ ہے اسوۂ ابراہیمی جس کی اتباع کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور ان کے ذریعہ ہم سب کو دیا

ہماری ملی تاریخ کا یہ سانحہ ہے اور افسوسناک سانحہ کہ امت محمدی کے پیرو مغربی چمک دمک دیکھ کر اپنی امتیازی حالت کو بھول گئے۔

جاننے والے تو اس حقیقت سے پہلے بھی باخبر تھے اور اب تو ہر ایک کو نظر آرہا ہے کہ یہ چمک دمک عارضی تھی۔ مغربی تہذیب رُو بہ زوال ہے بلکہ عالمِ سکرات میں ہے جو دن بھی گزر رہا ہے اس کو قبر سے قریب کر رہا ہے۔ یہ آوارہ گرد نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دراصل بخار سے تپتے ہوئے جسم کی چیچک ہیں جو تہذیب کے جسم پر ابھر آئے ہیں۔ اہلِ نظر اس کے انجام سے باخبر ہیں۔ اب ضرورت ہے دعوتِ توحید و رسالت کو تیز سے تیز تر کرنے کی اگر ملتِ ابراہیمی من حیث الجماعت باعمل جماعت بنجائے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے تو دنیا اس کے عملی نمونہ کو دیکھ کر اپنا سدھار کرسکتی ہے۔ وَآخر دعوانا ان الحمد للہِ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

اہلِ علم کے لیے چار نادر تحفے

(۱) تفسیر رُوح المعانی: جو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ قیمت مصری وغیرہ کے مقابلہ میں بہت کم یعنی صرف تین سو روپے آج ہی مبلغ دس روپے پیشگی روانہ فرماکر خریدار بن جائیے۔ اب تک ۱۱ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ باقی ۱۳ جلدیں جلد طبع ہو جائیں گی۔

(۲) جلالین شریف:۔ مکمل مصری طرز پر طبع شدہ حاشیہ پر دو مستقل کتابیں۔

(۱) لباب النقول فی اسباب النزول "السیوطی"

(۲) معرفت "الناسخ المنسوخ" لابن الحزم، قیمت مجلد: ۲۰ روپے

(۳) شرح ابن عقیل:۔ الفیہ ابنِ مالک کی مشہور شرح جو درسِ نظامی میں داخل ہے۔

قیمت مجلد: ۲۰ روپے

(۴) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی سورۂ بقرہ تین جلدوں میں شائع ہو گیا ہے مکمل غیر مجلد قیمت ۸۰/-

(۵) فتح الباری شرح بخاری ۱۴ جلدوں میں تیار ہو رہی ہے قیمت جلد اول ۲۵/-

پتہ:۔ ادارہ مصطفائیہ دیوبند ضلع سہارنپور